ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No2, 2024

”اقبال نامہ“(حصہ اول)حواشی وتعلیقات کا تنقیدی جائزہ

“Iqbal Nama” (Part I) A Critical Review of the footnotes

سدرہ مشتاق

ایم۔فل اُردو اسکالر، شعبہ اُردو رفاء انٹر نیشنل یونیورسٹی، فیصل آباد کیمپس

ڈاکٹر آصف اعوان

ڈائریکٹر ایڈوانس اسٹڈیز، فیکلٹی آف سوشل سائنسز اینڈ ہیومینٹز، رفاہ انٹر نیشنل یونیورسٹی، فیصل آباد

Sidra Mushtaq
M.Phil Scholar, Department of Urdu, Ripha Intenational University, Faislabad
Dr. Asif Awan
Director Advance Studies, Faculty of Social Sciences & Humanities, Riphah International University Faisalabad

Abstract:
Iqbal is an all-round personality, he gave place to the practical problems of human life, the Quranic concept of ethics and equality, the principles of economic system based on justice, the depth of philosophy and the concept of perfection of art in his poetry and prose. Eyesight and a bright heart were given through which Iqbal could see the complete picture of the coming era. Iqbal saw the dark clouds rising towards Muslim developing countries with his own eyes and tried everything possible to save his nation from it. Iqbal saw the dark clouds rising towards Muslim developing countries with his own eyes and tried everything possible to save his nation from it. Research and scholarly research on Sufism and Hafiz is being organized based on what Muslims have written on the logic of Iskrai and the additions they have made on the logic of the Greeks. An investigation is being conducted in this regard. A request is being made by Darul Munsafin to write a book on Islamic rulers in India. Advising on research on al-Ghazali.
Keyeords: Quranic concept, philosophy, coming era, scholarly research, Greeks, investigation, Islamic rulers

حاشیہ وتعلیق عالمانہ معلومات کا خزینہ ہوتے ہیں۔حاشیہ ایسی شرح کا نام ہے جس میں متن کے بیان کی وضاحت، متن کے اغلاط کی تصحیح، متن سے متعلق مزید واضافی معلومات پیش کی جاتی ہیں۔جن کتابوں سے محقق ومصنف نے استفادہ کیا ہے حواشی وتعلیقات اس کے ماخذ وحوالہ کا پتہ دیتے ہیں اور اس طرح تحریر ومقالہ کو استناد کا درجہ حاصل ہو جاتا ہے اور متن سے متعلق قاری کی معلومات میں اضافہ کے ساتھ اسے اطمینان بھی نصیب ہوتا ہے۔

حواشی وتعلیقات میں متن میں ذکر کیے گئے اشخاص، مقامات اور کتب ورسائل کی وضاحت بھی پیش کی جاتی ہیے۔آج کل تحقیقی اداروں میں اہم شخصیات، ادبا وشعرا کی کتب پر اس طرح کے اہم کام سرانجام دیے جارہے ہیں۔جو یقیناً ان ادباء وشعرا کے حوالے سے اہم معلومات اور قیمتی حقائق پر مشتمل ہیں۔اسی طرح تحقیقی مقالات میں دوسرے مصنّفین ومؤلفین کی کتابوں، مضامین، مقالات اور تحریروں ودستاویزوں سے استفادہ ناگزیر ہے۔محقق کا اخلاقی فرض ہے کہ حواشی میں وہ اس کو درج کرے اور بغیر اعتراف واقرار اور حوالہ کے دوسرے کی محنت کو اپنا لینا علمی وتحقیقی خیانت ہے۔

تحقیق محض اسلوب ہی نہیں بلکہ ایک فن بھی ہے۔فن تحقیق کی تحصیل دنوں، ہفتوں اور مہینوں میں نہیں بلکہ سالوں تک محیط ہے۔تحقیق ایک صبر آزما کام ہے۔دوسرے علوم کی طرح اس فن کی بھی بہت سے اصطلاحات ہیں۔اردو زبان میں چند ایک یہ ہیں۔تخرج، آمیختہ، منابع، تمسیخ، ترتیمہ، تبیض اور حواشی وتعلیقات۔جدید تحقیق میں حواشی حوالہ جات اور اقتباسات ایک لازمی جزو تصور کیے جاتے ہیں اور ان کے بغیر تحقیق بالعموم معتبر نہیں مانی جاتی۔محقق بعض اوقات مطمع ان کو اتنی اہمیت دیتے ہیں کہ نفش مضمون پس منظر میں چلا جاتا ہے اور حواشی، حوالہ جات اور اقتباسات مطمع تحقیق بن جاتے ہیں۔پروفیسر سعید الدین ڈار اس ضمن میں لکھتے ہیں:

”جدید یا مغربی تحقیق میں حواشی ایک لازمی جز ہے۔جنھیں Content Foot notes کہا جاتا ہے۔یعنی اس قسم کے (Foot Notes) جن کا تعلق مواد سے ہے نہ کہ نشاندہی سے۔“(1)

حاشیہ نگاری کا عمل تدوین متن کا ایک نہایت اہم اور لازمی عنصر ہے جس کے وسیلے سے نہ صرف یہ متن کے مختلف ماٰخذ اور اختلافی قرأتوں کی نشاندہی کی جاتی ہے بلکہ متن کے معلومہ حقائق کی روشنی میں توضیحی روایتوں کو بھی تقابلی مطالعہ کے ساتھ حسب ضرورت اس میں شامل کیا جاتا ہے۔

ایسے حوالہ جات یا تحقیقی وتنقیدی حواشی کے بغیر متن کی تصحیح اور ترتیب کا کام درجہ استناد سے محروم رہتا ہے۔حواشی میں ان ماٰخذ کی نشان دہی کی جاتی ہے جس سے محقق یا مدون نے استفادہ کر کے اپنی تحقیق یا تصنیف مرتب کی ہو۔یہ مصادر مطبع، خطبہ، گفتگو یا روایت کسی بھی شکل میں ہوں ان سب کا اندراج حاشیہ میں کیا

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No2, 2024

جاتا ہے جو اس امر کا اظہار ہوتا ہے کہ مدون نے بنیادی ماخذ سے استفادہ کیا۔ کسی متن کی ترتیب کا آخری مرحلہ حوشی و تعلیقات ہوتے ہیں۔ عموماً حواشی و تعلیقات کو علیحدہ علیحدہ معانی میں لیا جاتا ہے۔ مگر مقصدیت اور استعمال کے لیے ان میں فرق نہیں ہے۔

"بعض محققین صرف تعلیقات اور بعض صرف حواشی کا استعمال کرتے ہیں اور بعض دونوں کے ہمراہ ایران کے محقق شہیر مرزا محمد قزوینی نے دونوں کو ساتھ ساتھ لکھا ہے۔ انہی کی پیروی میں راقم (ڈاکٹر نذیر احمد) نے مکاتیب سنائی (1962ء میں علی گڑھ اور 1977ء میں کابل یونیورسٹی سے شائع ہوئی) میں حواشی و تعلیقات لکھا۔ قاضی عبدالودود صاحب نے صراحت چاہی تو میں نے قزوینی کی مثال پیش کی لیکن دیوان میراجی میں صرف لفظ "تعلیقات" کا استعمال کیا۔ ملک رام سحب نے غبار خاطر میں حواشی و تعلیقات کا لفظ لکھا ہے۔ اس سے واضح ہے کہ تعلیقات اور حواشی مترادف ہیں۔"(2)

تعلیقات جمع ہے اور اس کا واحد تعلق ہے۔ نوراللغات میں مولوی نورالحسن نیر بیان کرتے ہیں:

"تعلیق (ع۔ علق مادہ، مونث) لٹکانا، کسی چیز کو دوسری چیز سے متعلق کرنا۔"

رشید حسن خان نے سحر البیان کی تدوین کرتے ہوئے فرہنگ میں اس کے معانی درج کیے ہیں:

"خط شکستہ جیسی ایک روش جس میں حرفوں کے دائرے لمبے اور سطح چھوٹی لکھی جاتی ہے۔ عہدِ اکبر تک ہندوستان میں یہ خط رواج میں تھا۔ خط رقاع اور خط توقیع کی روشوں سے استفادہ کر کے خوش نویسوں نے اس کو وضع کیا تھا۔ خط نسخ اور خط تعلیق سے خط نستعلیق کی ایجاد عمل میں آئی۔"(3)

اس بیان سے بات واضح ہو جاتی ہے کہ تعلیق ایک خط Script کا نام ہے۔ خط تنسیخ اور خط تعلیق کے ساتھ مل کر یہ خط نستعلیق کہلاتا ہے۔

"فرہنگ معین" میں تعلیق کے معانی و مطالب درج ہیں۔

۱۔ آویختن، آویزاں، کردن، در آویختن

۲۔ یاداشت کرونوشتن مطلب در ذیل رسالہ و کتاب

۳۔ یاداشت ضمیمہ کتاب و رسالہ

اس طرح تعلیقات کے معانی یاداشتیں ہیں جو کسی مضمون، مقالہ اور کتاب میں اور آخر صفحات میں بطور تفہیم و تنقید اور تصحیح متن، رجال و نسا، تلمیحات کی تشریح و تفہیم و تنقید کے لیے لکھے جاتے ہیں۔ اس لیے قاری مصنف یا شاعر کے زاویہ ہائے نگاہ، حالات و واقعات اور اغراض و مقاصد کو جاننے کے قابل ہو جاتا ہے۔

"آج کل تحقیق کی اصطلاح میں تعلیقات و حواشی وہ یادداشتیں ہیں جو بطور ضمیمہ کتاب درج کیے جاتے ہیں ان میں مندرجات کے امور تاریخ، ادبی، لغوی اور فرہنگی ہوتے ہیں۔"(4)

حواشی و تعلیقات تعارف و اہمیت:

حواشی و تعلیقات معنی و مفہوم:

حواشی:

فرہنگ عامرہ کے مطابق:

"حاشیہ ← حاشیۂ ← کنارہ۔ جمع ← حواشی"

فرہنگ تلفظ میں اس لفظ کے معانی یہ بیان کیے گئے ہیں:

"حاشیہ کے لفظاً معنی ہیں جھالر، شرح، کنارہ یا سنجاف جو کسی کتاب کے متن کے باہر ہو۔ حواشی حاشیہ کی جمع ہے۔"(5)

حاشیہ عربی زبان کا لفظ ہے۔ لسان العرب میں اس کے یہ معنی بیان ہوئے ہیں:

"کل شیء اجانبہ و طرفہ"

"ہر چیز کی طرف اور کنارے"

لغت نامہ میں علی اکبر دھخدا لکھتے ہیں:

"مقابل متن، آنچہ در کنار صفحہ کتاب نوسیاہ از ملحقات و زیادات، شرحی کہ بر متن نوسیدہ"(6)

(حاشیہ متن کا متضاد ہے اس سے وہ عبارت مراد ہے جو کسی کتاب کے صفحہ کے کنارے پر لکھی جاتی ہے اور اس

میں متن پر اضافوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔ اس سے مراد گویا وہ شرح ہے جو کسی متن پر لکھی جاتی ہے۔)

اصولِ تحقیق کے فاضل مصنف لکھتے ہیں:

"کتب و رسائل میں حاشیہ کے معنی متن کے ہر سہ طرف چھوٹا ہوا سادہ صفحہ بھی ہوتا ہے اور اس صفحہ پر لکھی ہوئی تحریر بھی، جن کا تعلق متن کے معنی و توضیح اور ذیلی حواشی سے ہوتا ہے۔"

متن سے باہر لیکن متن کے بارے میں لکھی جانے والی عبارت کو بھی حاشیہ کہا جاتا ہے اگر ہم حاشیہ کا ادبی اصطلاح کے لحاظ سے جائزہ لیں تو حاشیہ مختصراً بیان یا وضاحت کو کہا جائے گا اور اس کے ذیل میں شعر، آیاتِ قرآنی، حدیث، فقہ، اقتباس، علاقہ، شہر اور اشخاص تمام طرح کی چیزوں کو شامل کر سکتے ہیں۔ ڈاکٹر گیان چند لکھتے ہیں:

"نظم کی تدوین ہو کہ نثر کی، تخلیقی نثر کی تدوین ہو کہ تذکرہ، قواعد یا کسی علمی موضوع کی کتاب، حواشی کے بغیر نامکمل رہتی ہے۔"(7)

آج کل حواشی کا اطلاق ذیلی اشارات (Foot Notes) پر ہوتا ہے جو دو طرح کے ہوتے ہیں:

۱۔ ماٰخذ کی اطلاع دینے والے، انہیں حوالے کہا جاتا ہے۔

۲۔ ماٰخذ پر تبصرہ کرنے والے اور معلومات میں اضافہ کرنے والے انہیں حواشی کہا جاتا ہے۔

ڈاکٹر شازیہ عنبرین لکھتی ہیں:

"قدیم زمانہ میں حواشی تحریر کرنے کے لیے صفحہ پر کوئی جگہ مخصوص نہیں ہوتی تھی بلکہ متن کے علاوہ ہر جگہ حاشیہ لکھا جاتا تھا کیونکہ کہ حاشیہ کا معنی "Margin" یا "Boder" ہوتا ہے۔ پھر اسی وجہ سے ایسی تحریر کو حاشیہ کہنے لگے جو صفحہ کے کناروں پر لکھی جاتی۔ حاشیہ نگار جگر کا خیال کیے بغیر صفحہ پر جہاں جگہ ملتی وہاں حاشیہ لکھ دیتا تھا۔ اس طرح نہ صرف صفحہ کے چاروں کناروں پر حاشیہ لکھا جاتا تھا بلکہ متن کے درمیان اور بین السطور بھی حاشیہ لکھنے کا رواج تھا جس کی مثالیں عربی اور فارسی کی بے شمار مطبوعہ اور غیر مطبوعہ کتب سے دی جا سکتی ہے۔"(8)

متن ہر حاشیہ لکھنے کا تخشیہ کہتے ہیں۔ تعلیقات بھی حواشی ہی کی ایک صورت ہے۔ تعلیقات کو تشریحات کہتے ہیں جو کسی متن پر مختصراً لکھی جاتی ہیں۔

ڈاکٹر گیان چند اپنی تصنیف "تحقیق کا فن" میں رقم طراز ہیں:

"حاشیہ! پہلے زمانے میں کتابت وطباعت میں کچھ نثری عبارت یا شعر درمیان صفحہ میں لکھتے تھے اور کچھ اطراف کے حاشیے میں ترچھا کر کے اس نواحی جگہ کو حاشیہ کہتے ہیں۔ متن کے کسی اندراج پر تبصرہ یا مزید معلومات جو Foot note میں یا باب یا متن کے آخری میں دی جائیں۔

حواشی۔ حاشیے کے دوسرے معنی کی جمع یعنی متن پر تبصرے یا اضافی معلومات۔"(9)

"فرہنگِ معین" میں حواشی کے معانی لکھے گئے ہیں:

"حاشیہ بمعنی شرحی کہ در کنارۂ رسالہ یا کتب"

شاعر یا مصنف متن میں عبارت یا شعر لکھتے وقت بہت سے الفاظ ایسے بھی استعمال کرتا ہے جو قاری کے لیے غیر مانوس اور دقیق ہوتے ہیں۔ مصنف ان کی وضاحت متن میں اس خدشے سے نہیں کرتا کہیں متن زیادہ وسیع نہ ہو جائے۔ ڈاکٹر ایم سلطانہ بخش لکھتی ہیں:

"یہ عمل (یعنی تخشیہ ع تعلیقات) ترتیب متن کا اہم اور لازمی جزو ہوتا ہے۔ جس سے نہ صرف یہ کہ متن کے مختلف ماٰخذ اور اختلافی قرأتوں کی نشاندہی ہوتی ہے بلکہ متن کے مقیضیات اور معلومات حقائق کی روشنی میں توضیحی روایتوں اور تصدیقی براہین کو بھی تقابلی مطالعے کے ساتھ حسبِ ضرورت اس میں شامل کیا ہے۔ ایسے حوالہ جات یا تنقیدی حواشی کے بغیر متن کی تصحیح و ترتیب کا کام درجہ استناد سے محروم رہتا ہے۔"(10)

ڈاکٹر گیان چند جین تحقیق کا فن صفحہ نمبر 305 میں کہتے ہیں:

"نوٹ کا اردو ترجمہ حواشی ہوتا ہے اور ان کو اخیری نوٹ (End Notes) بھی کہتے ہیں۔"(11)

صحیح متن کی پیش کش ایک اہم اور مفید عملی خدمت ہے مگر اس کی اہمیت و افادیت اصل میں مفید حواشی و تعلیقات پر مبنی ہے۔ جس قدر یہ مفید ہوں گے اسی حساب سے متن کی قدر و قیمت میں اضافہ ہو گا۔ اگر ان کا اہتمام نہ کیا جائے تو متن کی تدوین و تربیت کا کام ادھورا ہی تصور ہو گا۔ پروفیسر محمد عارف لکھتے ہیں:

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No2, 2024

"یہ (اخیری نوٹ/حواشی) کتابیات کے مختلف انداز سے مختلف ہے۔ اگر اس میں انہی بنیادی سوالات کا جواب ہوتا ہے۔۔۔ کون؟ کیا؟ کہاں؟ کب؟"(12)

حواشی و تعلیقات کی چند مشترکہ باتیں جو سامنے آتی ہیں۔ حسب ذیل ہیں:

۱۔ حواشی و تعلیقات متن کا متضاد ہے۔

۲۔ الفاظ (اماکن، رجال و نسا، الفاظ) کی وضاحت و تشریح ہوتے ہیں۔

۳۔ یہ نظم، مضمون، مقالہ یا کتاب کے آخر میں تشریح و وضاحت میں دیے جاتے ہیں۔

۴۔ متن میں ان پر اعداد کا اندراج کیا جاتا ہے اور یہی اعداد آخر میں درج کر کے تشریح و تاویل بیان کر دی جاتی ہے۔

5۔ یہ الفاظ ماخذ کی اطلاع دیتے ہیں یہ کیا، کون، کب، کیسے کے جواب دیتے ہیں۔

6۔ مقالے یا کتاب کے ترتیب متن کا لازمی حصہ ہیں۔

7۔ حواشی و تعلیقات سے متن میں استنادیت کا درجہ حاصل ہوتا ہے۔

8۔ غیر مستند باتوں کی تصحیح ہو جاتی ہے۔

9۔ یہ اختلافی قرأتوں کی نشاندہی کرتے ہیں۔

10۔ حواشی تعلیقات میں درج ذیل الفاظ دیگر مترادف اور متضاد الفاظ کا تقابلی جائزہ لیا جاتا ہے۔

11۔ یہ مصنف یا شاعر کے رجحانات کی بھی آگاہی دیتے ہیں۔

12۔ مصنف، شاعر یا موکف کے مطابق یہ اضافی معلومات ہوتی ہے۔ اس لیے متن کو طوالت اور ضخامت دینے کی خاطر ان کی آخر میں وضاحت کر دیتا ہے۔

13۔ مصنف مانوس الفاظ کو استعمال کرتا ہے۔ درپردہ اس کے معانی یا اسے نئے معانی دیتا ہے اور اس کی وضاحت کرتا ہے۔

فیروز اللغات میں حاشیہ چڑھانے کو شرح التفسیر لکھنے سے تعبیر کیا ہے۔ پروفیسر عبدالحق نے عصری لغت میں حاشیہ کے معنی کے متعلق لکھا ہے:

"حاشیہ، کنارہ، کوٹ، کتاب یا ورق کے چاروں طرف خالی خالی حصہ کسی کی شرح اور یادداشت وغیرہ کو کہتے ہیں۔"

آج کل حواشی کا اطلاق ذیلی اشارات (Foot Notes) پر ہوتا ہے جو دو طرح کے ہوتے ہیں۔

۱۔ مآخذ کی اطلاع دینے والے، انہیں حوالے کہا جاتا ہے۔

۲۔ مآخذ پر تبصرہ کرنے والے اور معلومات میں اضافہ کرنے والے، انہیں حواشی کہا جاتا ہے۔

متن پر حاشیہ لکھنے کو تحشیہ کہتے ہیں۔ تعلیقات بھی حواشی ہی کی ایک صورت ہے، تعلیقات کو تشریحات کہتے ہیں جو کسی متن پر مختصراً لکھی جاتی ہیں۔

حواشی تعلیقات کی روایت:

حواشی و تعلیقات متن کوئی نیا رواج نہیں ہے کہ اسے صرف عصر حاضر کی تحقیقات کے ساتھ منسلک کر دیا جائے بلکہ اگر اسلامی علوم کے حوالے سے دیکھا جائے تو بہت پہلے سے اس رواج کے آغاز کا پتہ چلتا ہے۔ مفسرین و محدثین حضرات کی کاوشیں اس کی زندہ مثالیں ہیں۔ چنانچہ پروفیسر سعید الدین احمد ڈار مفسرین کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

"تحقیق میں حواشی (وتعلیقات) کا استعمال کوئی نئی چیز نہیں۔ مسلمان مفسرین نے قرآن مجید کے معنی و مطالب کو احسن طریقے پر سمجھانے کے لیے حواشی (وتعلیقات) کو ذریعہ بنایا۔ جن میں نہ صرف اپنی سوچ کی وضاحت کی بلکہ دیگر مفسرین کی رائے سے قاری کو آغاز کیا اور اپنے خیال سے ان کا تقابلی جائزہ بھی پیش کیا۔"(13)

حاشیہ نگاری کی اہمیت:

حاشیہ کی تعریف سے ہی اس کی اہمیت و افادیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ اس کی اہمیت و افادیت صرف موجودہ زمانہ میں نہیں ہے بلکہ قدیم زمانہ سے اس کا رواج رہا ہے۔ اہلِ علم حضرات نے مختلف علوم و فنون اور اصطلاحات کا سمجھانے اور بیان کرنے کے لیے اس کا استعمال کیا ہے البتہ اس دور میں چونکہ زبان و بیان کرنے کے لیے اس کا استعمال کیا ہے البتہ اس دور میں چونکہ زبان و بیان میں کافی تبدیلی آئی ہے اور وہ الفاظ اصطلاحات جو کبھی زبان زد عام و خاص ہوتے، آج کتابوں تک ہی سمٹ کر رہ گئے ہیں۔ اس لیے اس دور میں اس کی اہمیت مزید دوبالا ہو گئی ہے۔

حاشیہ نگاری کا عمل ایک سنجیدہ کام ہے۔ جسے نہ صرف یہ کہ ترتیب متن اور ماخذ کی نشاندہی میں استعمال کیا جاتا ہے بلکہ اس کے ذریعے نکات کی توضیح و

تشریح بھی کی جاتی ہے۔یہی وجہ ہے کہ اسے ترتیب متن کا لازمی حصہ سمجھا جاتا ہے اور بہت سے ایسی اہم اور نادر معلومات، حاشیے میں بیان کر دی جاتی ہیں جنہیں متن کا حصہ نہیں بنایا جاسکتا۔ اس کے علاوہ حاشیہ میں قرأتوں کی بھی نشاندہی کی جاتی ہے ورنہ بہت سے حضرات متن پڑھ کر اس کے مفہوم تک نہ پہنچ سکتے۔ اس لیے کوئی بھی تحقیقی کام تحقیقی و تنقیدی حواشی کے بغیر مستند نہیں سمجھا جاتا۔

ڈاکٹر پروفیسر خالق داد ملک کہتے ہیں:

"حاشیہ نگاری کی اہمیت اس بات سے بھی اجاگر ہوتی ہے کہ مصنف جب اپنی تحری پر نظر ثانی کرتا ہے تو اس میں حاشیہ نگاری کا عمل نہ ہوتا تو بہت سے نظریات وافکار جنم لیتے ہی ختم ہو جاتے اور یہ عمل ساکن اور منجمد ہو جاتا اور آج ہم سب اس سے مستفید نہ ہو پاتے کیونکہ مصنف کو اسے الگ سے احاطہ تحریر میں لانے کے لیے کتاب تحریر کرنا پڑتی۔ جو شاید ناممکن سی بات ہوتی۔ حواشی کی بدولت فکری، تنقید اور عملی تحقیق کے میدانوں میں بھی خاطر خواہ اضافہ ہوا ہے۔ حواشی کے ذریعے بہت سی اغلاط کی درستی بھی ممکن ہے۔"(14)

حواشی کے مقاصد:

حواشی کے کئی مقاصد ہوتے ہیں جو ان کی ضرورت و اہمیت پر دلالت کرتے ہیں۔ جیسے:

1۔ الف: متن میں مذکورہ افراد کا تعارف

ب: متن میں مذکورہ مقامات کی صراحت

2۔ تخریج جیسے قرآنی آیات، احادیث نبویہ وغیرہ کی تخریج کرنا۔

تخریج کے تحت بالعموم ذیل کے عمل آتے ہیں۔

الف: مقتبس اشعار یا نثر پاروں کے ماخذوں کا پتہ لگانا۔

ب: نثری مضمون میں شامل اشعار دکے مصنفوں کی صحیح نشاندہی کرنا۔

ج: متن میں مقتبس اشعار اور نثر پاروں کے متن کی تصحیح کرنا۔ اگر شبہ ہو کہ مقتبس شعر یا آیت وغیرہ میں کوئی لفظ ادھر اُدھر ہو گیا ہے تو اصل کتاب میں دیکھ لیا جائے۔

3۔ اگر متن میں کوئی مصرعہ غیر موزوں درج ہو تو اس کی طرف اشارہ کرنا اور اس کی قیاسی تصحیح کرنا۔

4۔ تذکروں میں شعراء کے حالات میں کسی صریح غلطی کی نشاندہی کرنا، مثلاً تاریخ وفات کا غلط اندراج۔

5۔ مصنف متن کے کسی بیان کی تصحیح کرنا۔

6۔ متن میں شامل کسی نظم یا غزل یا نثری تخلیق کا شانِ نزول بیان کرنا، نیز تاریخ تصنیف کی نشاندہی کرنا۔

7۔ متن میں درآمدہ تلمیح یا رمز یا مختصر اشاریے کی تصریح کرنا۔

8۔ متن کی فنی اغلاط کی طرف اشارہ کرنا۔

9۔ مصنف متن کے کسی بیان پر تبصرہ کرنا۔

10۔ متن میں مشکل یا اجنبی زبانوں کے الفاظ کی توضیح کرنا۔

11۔ متن سے متعلق مزید معلومات بہم پہنچانا۔

12۔ اختلافی مسائل میں متن سے مختلف نقطۂ نظر پیش کرنا۔

13۔ اگر متن میں کسی دوسری زبان (مثلاً عربی، فارسی، انگریزی) کے مواد کا اردو ترجمہ پیش کیا ہے تو نوٹ میں اصل زبان کے الفاظ دینا۔

14۔ کسی کے شکریے کا اعتراف کرنا۔(15)

حواشی کی اقسام:

حواشی کی کئی قسمیں ہیں جیسے:

۱۔ متنی حواشی: ان کا تعلق متن کے ساتھ ہے۔

۲۔ تصنیفی حواشی: ان کا تعلق مصنف کے ساتھ ہوتا ہے۔ جس طرح علامہ اقبال نے گوئٹے کا ذکر حاشیے میں کیا ہے۔

3۔ غیر متنی حواشی: یہ تشریح اور وضاحت کے لیے ہوتے ہیں۔ ان کا متن کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہوتا۔

۴۔ ترتیبی حواشی: متن کی ترتیب کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔ مثلاً بہت سے نسخہ لے کر ان کا موازنہ کیا جائے جو اختلاف نظر آ جائے اسے حاشیے میں درج کیا

جائے۔ جیسے فارسی کا تذکرہ آتش کدہ اور کشف المحجوب وغیرہ۔

۵۔ توثیقی حواشی: ان کا تعلق مصادر یا منابع سے ہوتا ہے۔

تعلیقات:

تعلیقات، تعلیقہ کی جمع ہے جس کے معانی ہیں۔ نام، رسم الخط، لٹکانا اور بڑے آدمیوں کی تحریر یا متعلق کرنا، یا متعلق کرنا۔ فرہنگ عامرہ میں تعلیقہ کے معنی درج ذیل ہیں:

"تعلیقہ، تَعْ۔ یِ۔ قَہ (بڑے آدمیوں کی تحریر، خط، اسباب، ضبطی کی تحریر، جمع تعلیقات)"

تعلیقہ تحقیق سے متعلقہ ایک اصطلاح ہے جو بات اصل متن سے ہٹ کر ہو سکیں اس کی معنویت کو اجاگر کرنے میں مدد دے رہی ہو تو اس کو تعلیقہ کہتے ہیں۔ ڈاکٹر نذیر احمد لکھتے ہیں:

"تحقیق کی اصطلاح میں تعلیقات وہ یادداشت ہیں جو بطور ضمیمہ کتاب درج کیے جاتے ہیں اور ان میں مندرجات کے امور تاریخی، ادبی، لغوی، فرہنگی وغیرہ ہوتے ہیں۔" (17)

تعلیق معنی و مفہوم:

تعلیق جمع ہے تعلیقات کی جس کا مادہ، ع، ل، ق ہے اس لفظ کا بھی استعمال مختلف معنوں کے لیے ہوتا ہے۔ مثلاً مال و اسباب کی ضبطی، مکان کی ترقی، کتاب کا ضمیمہ، حاشیہ، تعلیق، حاشیہ پر تنبیہ، کسی تحریر کا خلاصہ وغیرہ۔ بعض حضرات تعلیق کو تعریفی اور معلوماتی نوٹ سے بھی تعبیر کرتے ہیں۔ اس کے ذیل میں تلمیح تحریک، کتاب، مصنف اور ادبی اصطلاح وغیرہ آتے ہیں۔ اصلاح میں تعلیق متن سے متعلق ایسی تفصیلات کو کہتے ہیں جس کے ذریعہ متن کے متعلق اضافی معلومات حاصل ہوں البتہ وہ ناگزیر نہ ہوں۔

حاشیہ کی طرح تعلیق کا متعلق بھی اصحاب لغت نے مختلف تعریفیں بیان کی ہیں۔ مولانا عبدالحفیظ بلیاوی نے مصباح اللغات میں لکھا ہے:

"تعلیقہ کتاب کے حاشیہ کو کہتے ہیں۔" (18)

پروفیسر عبدالحق نے عصری لغت میں اس کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے:

"تعلیق کسی چیز کا تعلق پیدا کرنا، لٹکانا، آویزاں کرنا، کتابوں میں طویل نوٹ لکھنا، حاشیہ سے بڑھ کر نوٹ لکھنا وغیرہ۔" (19)

تعلیق نگاری کی اہمیت:

جس طرح حاشیہ نگاری کی اہمیت اپنی جگہ مسلم ہے اسی طرح تعلیق نگاری کی بھی اپنی اہمیت ہے۔ بہت سے حضرات دونوں کو ایک ہی مفہوم میں بھی استعمال کرتے ہیں۔ تعلیق نگاری ایک مشکل اور اہم فن ہے اس لیے تعلیق نگار کو ذوالفنون ہونا نہایت ضروری ہے چونکہ تعلیقات تنوع اور کثرت معلومات کی وجہ سے بسا اوقات اصل کتاب اور متن سے بھی زیادہ اہم ہو جاتے ہیں اسی سے اس کی اہمیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ اس کی مثال زیادہ تر ہمیں درسی کتب میں دیکھنے کو ملتی ہے۔ اس کے علاوہ تعلیق نویسی کے ذریعے مصنف، مدون یا تخلیق کار کی کوتاہیوں کی بھی گرفت اور نشاندہی کی جاتی ہے۔ اگر تعلیق نگاری کا فن نہیں ہوتا تو بہت سی غلطیاں علم بن کر لوگوں کے ذہنوں میں قدیم زمانہ تک رچی بستی رہتی۔

تعلیق کی اقسام:

حواشی کی طرح تعلیق کے بھی متعدد اقسام ہیں۔ تمام کو تو تفصیلی بیان نہیں کیا جا سکتا۔ البتہ اس کی ترتیب کو اگر ہم مشقوں میں تقسیم کریں تو اس کی سات قسمیں ہوتی ہیں:

۱۔ استشہادی تعلیقے
۲۔ ارتباطی تعلیقے
۳۔ اضافیاتی تعلیقے
۴۔ افادیاتی تعلیقے
۵۔ اشاریاتی تعلیقے
6۔ استدراکی تعلیقے
۷۔ استنادی تعلیقے

حواشی تعلیقات کا مقام:

مقام سے یہاں مراد اہمیت نہیں بلکہ انہیں کہاں، جگہ یا مقام دیا جائے۔ ان کے مقام کے متعلق قدیم زمانہ میں حواشی و تعلیقات تحریر کرنے کے لیے صفحہ پر کوئی جگہ مختص نہیں ہوتی تھی بلکہ متن کے علاوہ ہر جگہ حاشیے لکھے جاتے تھے۔ حواشی متن کی ضد ہے اس لیے از منہ قدیم میں حواشی و تعلیقات متن کے علاوہ ہر جگہ لکھے جاتے ہیں۔ ڈاکٹر گیان چند لکھتے ہیں:

۱۔ پارسنس کے مطابق ہارورڈ کا طریقہ یہ ہے کہ متن کے بیچ قوسین میں دیجیے (پارسنس، ص 41)

۲۔ صفحے کے نیچے فٹ نوٹ میں

۳۔ مضمون یا باب کتاب کے کے آخر میں جنھیں اخیر نوٹ End notes کہتے ہیں۔

۴۔ پوری کتاب کے جملہ ابواب کے حواشی (تعلیقات) کتاب کے بالکل آخر میں۔

۵۔ متن کی جلد یا جلدوں کے بعد ایک علیحدہ جلد میں۔ (۲۰)

مذکورہ بالا مقامات میں سے کسی مقام کی ترجیح کے بارے میں محققین میں اتفاق نہیں ہے، البتہ تجربات کی روشنی میں اور یونیورسٹیوں میں زیادہ تر رائج طریقہ کار کے مطابق حاشیے کے لئے قابل ترجیح جگہ ہر صفحہ کا دامن ہے۔ کیونکہ اس طرح متن اور حاشیہ دونوں بیک وقت نظر آتے ہیں اور ان کا مطالعہ و موازنہ آسان ہوتا ہے۔ جہاں تک دوسرے دونوں طریقوں کا تعلق ہے تو ان میں متن اور حاشیے میں دوری کی وجہ سے قارئین کو بار بار صفحات پلٹنے کی زحمت کرنا پڑتی ہے۔ اسی وجہ سے ان کا ذہن متن میں موجود مضامین، آراء، نظریات اور افکار کی طرف پوری طرح متوجہ نہیں ہو سکتا۔ نیز دوسرا اور تیسرا طریقہ اگر ایک چھوٹے سے مضمون کے لئے، یا زیادہ سے زیادہ ایم اے کے مقالہ کے لئے اپنایا جائے تو حجم کم ہونے کی وجہ سے، چونکہ حواشی کی تعداد زیادہ نہیں ہوتی، اس لئے کسی حرج اور غلطی کا امکان کم ہوتا ہے، لیکن چونکہ ایم۔ فل اور پی ایچ۔ ڈی کے مقالات حجم میں بڑے ہوتے ہیں، اور ان کے حواشی کی تعداد ہزاروں تک پہنچ جاتی ہے، اس صورت میں اگر پہلے طریقہ کو چھوڑ کر دوسرا یا تیسرا طریقہ اختیار کیا جائے تو حواشی مسلسل ترقیم (Numbering) کی وجہ سے کسی ایک جگہ غلطی ہونے پر تمام حواشی متاثر ہوں گے۔ لہٰذا بہتر یہ ہے کہ ہر صفحے کے حواشی اسی صفحے کے دامن میں تحریر کئے جائیں۔

مصنف کا تعارف:

پروفیسر شیخ عطاء اللہ کا تعلق ضلع گجرات کے شہر جلال پور جٹاں سے تھا، وہ وہیں ۱۸۹۶ء میں پیدا ہوئے تھے۔ شیخ عطاء اللہ 1929ء میں علی گڑھ میں معاشیات کے پروفیسر بنے تو علی گڑھ میں سکونت پذیر ہو گئے، 27 دسمبر 1968ء کو لاہور میں وفات پا گئے۔ (۲۱)

اقبال نامہ (حصہ اول) تعارف:

مکاتیب اقبال کی فراہمی کا کام یادش بخیر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں شروع ہوا اور جلد اول جس میں ۲۶۷ خطوط ہیں ۱۹۴۵ء میں شائع ہوئی۔ اس کی اشاعت کا مقصود یہ تھا کہ مکاتیب کی مزید فراہمی میں سہولت پیدا ہو چنانچہ ایک حد تک ایسا ہوا بھی لیکن جنگ نے ہر طرح کی مشکلات کو دوچند کر دیا جنگ کے خاتمہ پر ملک میں فسادات کا سلسلہ شروع ہوا۔ تقسیم برعظیم کے بعد اور آزادی کے جلو میں آنے والے ہنگامہ رستخیز میں دوسری کتنی ہی قیمتی یادگاروں کے ساتھ اقبال کے مکاتیب کے وہ ذخیرے جن پر میری نظر تھی بظاہر ہمیشہ کے لیے ضائع ہو گئے اور کتنے ہی نادر ذخیرے جن کا ہمیں علم نہ تھا اور جو اپنے وقت پر کسی نہ کسی طریق سے ضرور ظاہر ہوتے۔ اب بظاہر تلف ہو چکے ہیں۔ اس لیے جو کچھ ہو سکا وجہ مسرت ہے جو کچھ رہ گیا وہ موجب صد ہزار حسرت۔ (۲۲)

خط کو آدھی ملاقات کہا جاتا ہے اور بجا طور پر ایسا کہا جاتا ہے۔ موجودہ دور میں اگرچہ خط کے متبادلات یعنی ای میل، ایس ایم ایس اور واٹس ایپ وغیرہ آ چکے ہیں لیکن ان جدید ذرائع میں جیسے جیسے میڈیم مشینی ہوتا گیا ویسے ویسے نفس مضمون میں سے بھی وہ چاشنی، مٹھاس اور رنگینی رخصت ہوتی گئی اور لکھ کر پیغام بھیجنے کے ذرائع محض معلومات کی ترسیل کا ذریعہ بن کر رہ گئے۔

ماضی میں مشاہیر اور قد آور شخصیات کے لکھے گئے خطوط کا مطالعہ کرنے سے ان کے خیالات، نظریات اور معمولات کو سمجھنے میں بڑی مدد ملتی ہے۔ (۲۳)

اقبال ایک ہمہ جہت شخصیت ہیں انہوں نے انسانی زندگی کی عملی دشواریوں، اخلاقیات و مساوات کا قرآنی تصور، منصفانہ بنیادوں پر قائم معاشی نظام کے اصول، فلسفہ کی گہرائی اور فکر و فن کے تصور کمال کو اپنی شاعری اور نثر میں جگہ دی۔ اقبال کو چشم بینا و دلِ روشن عطا ہوا تھا جس کے ذریعے اقبال آنے والے عہد کی مکمل تصویر دیکھ چکے تھے۔ اقبال نے مسلم ترقی پذیر ممالک کی سمت اٹھتے ہوئے گہرے سیاہ بادلوں کو اپنی چشم بینا سے دیکھا اور اپنی قوم کو اس سے بچانے کی ہر ممکن کوشش کی۔ اقبال کے خطوط کے مطالعہ کے بعد اقبال کی ذات کے متعلق جو امتیازات مجھے نظر آتے ہیں۔ ان میں ان کا خلوص ان کی علم دوستی اسلام سے ان کی شیفتگی ہندوستان کے مسلمانوں کے زبوں حالی پر ان کی دل سوزی اور اصلاح حال کے لیے ان کی کاوش ممالک اسلامیہ کے لیے اتحاد و استقلال اور استحکام کی تجاویز اور کوشش اہل و عیال سے محبت دوستوں کے لیے جذبہ مروت اور عالم انسانیت کے لیے فلاح و خیر سگالی کے جذبات نمایاں ہیں ان میں سے چند کے متعلق ارشادات پر اکتفا کرتا ہوں اور جانتا ہوں کہ اقبال کو سمجھنے کے لیے ان کے کلام کی طرح ان کے خطوط کا مطالعہ بھی دوستداران اقبال کے لیے لازمی ہے۔ اقبال کی زندگی سراپا خلوص تھی اور ان خطوط میں اس کی لفظی و عملی شہادت کثرت سے موجود ہے۔ وہ دوستوں کے دکھ درد میں ان کا شریک اور ان کی امداد و اعانت پر کمربستہ ہے۔ ہر چھوٹی سے چھوٹی مروت کے لیے بھی

دلی اور دائمی احسان مندی اس کا خاصہ ہے۔ عطیہ بیگم اس امر پر اظہار تاسف کرتی ہیں کہ شمالی ہندوستان میں اقبال کو عوام میں وہ عقیدت اور قدر و منزلت حاصل نہیں جس کا وہ حقدار ہے۔ اقبال عمر بھر شاعری سے انکار کرتے رہے لیکن کسی صاحب ذوق اور سخن فہم کو ان کی رنگیں نوائی اور جادو بیانی یارائے انکار نہیں۔ اپنے شعر کی شوکت وعظمت اور تاثیر و قوت کا ان کو کس قدر صحیح اندازہ تھا۔ اقبال نامہ کی جلد اول کا صفحہ بہ صفحہ اس پر شاہد ہے کہ علامہ مرحوم ایک علم دوست اور علم پرور بزرگ تھے اور یہی ان کا محبوب مشغلہ تھا اگر انہیں فارغ البالی نصیب ہوتی تو وہ ملت کی خدمات علمی وعینی کی انجام دہی میں اس عہد میں بے مثال ہوتے۔ اس پر بھی جو کچھ انھوں نے کیا ان کے حالات کے پیش نظر حد درجہ اہم اور ان کے ذوق افتاد طبیعت کا پتہ دیتا ہے۔ اقبال کو اپنے نظریات کی تائید میں لکھنا پڑا اور آج ہمیں اقبال کے ان خطوط سے اقبال کے کلام کی وہ نادر تشریح میسر آتی ہ جو دنیا کی نظر سے اب تک او جھل تھی۔ اقبال نے اردو کی خدمت میں پوری زندگی بسر کردی اردو شاعری اور زبان کو زیر بار احسان کیا اگر وہ اردو زبان کی کچھ خدمت نہ کرتے تو اکنامکس کو اردو میں ڈھال دینے کی اولین کامیاب کوشش ان کے لیے باعث افتخار ہو سکتی تھی۔ لیکن وہ مدت العمر اس زبان کی خدمت کرتے رہے اور دوسروں کو اس کی خدمت کا شوق دلاتے رہے اور ان کی رہنمائی اور حوصلہ افزائی فرماتے رہے۔ ان مکاتیب میں خود ان کی شہادت موجود ہے۔ اقبال کی نمایاں ترین خصوصیت جو ان مکاتیب سے سامنے آتی ہے ان کی علم دوستی ہے۔ خالص مذہبی مباحث سے قطع نظر بھی کر لیجیے تو اقبال ایک علم دوست اور علم پرور انسان نظر آتے ہیں اور حالات سازگار ہوتے تو یہی ان کا محبوب مشغلہ ہوتا۔ حکمائے اسلام کی بحث زمان اور مکان کی حقیقت تلاش کی جارہی ہے۔ متکلمین نے علم مناظر ورویا کی رو سے خدائے تعالیٰ کی رویت کے امکان سے جو بحث کی ہے اس کا سراغ لگایا جارہا ہے۔ حال کے روسی علماء کی تصانیف کی جستجو کرائی جارہی ہے۔ اور ان کے ترجمہ کی سفارش کی جارہی ہے۔ تصوف اور حافظ پر سیر حاصل ریسرچ اور تحقیق علمی کا اہتمام کیا جارہا ہے مسلمانوں نے منطق استقرائی پر جو کچھ خود لکھا ہے اور یونانیوں کی منطق پر انہوں نے جو اضافے کیے ہیں۔ اس کے متعلق خود تحقیقات کی جارہی ہیں۔ دارالمصنفین کی طرف سے ہندوستان کے حکمائے اسلام پر ایک کتاب لکھنے کی فرمائش کی جارہی ہے۔ الغزالی سے متعلق ریسرچ پر مشورہ دیا جارہا ہے۔ نادر مخطوطات کی فہرست کی تیاری کا کام کرایا جارہا ہے۔ ہندوستان اور بیرون ہند میں کتابوں کی تلاش جاری ہے۔ کبھی فارسی کا کورس تیار کرنے کا خیال ہے۔ غرض علم دوستی علامہ کی رگ رگ میں بسی ہوئی تھی۔ اسی علم دوستی کا نتیجہ ہے کہ ان کے مکاتیب کے سطر سطر سے اہل علم کا احترام پایا جاتا ہے جس کی مثالیں صفحہ صفحہ پر بکھری نظر آتی ہیں۔

اقبال نامہ کے حواشی وتعلیقات:

شخصیات کے حواشی وتعلیقات

1- ابن تیمیہؒ
2- ابن حزم
3- ابن قیم
4- ابوالکلام آزاد
5- ابو بکر صدیقؓ
6- امام ابو حنیفہؒ
7- احمد الدین خواجہ
8- احمد سرہندی
9- اسلم جیراجپوری
10- امیر مینائی
11- انور شاہ سید
12- بصیری
13- بلالؓ
14- بو علی سینا
15- پنڈت جواہر لعل نہرو
16- تیمور لنگ
17- جامی
18- جلال الدین رومی
19- جمال الدین
20- حارث ابن اسد المحاسبی
21- حالی
22- حبیب الحق عمادی، سید
23- حسن نظامی
24- خواجہ نقشبند
25- داغ دہلوی
26- راس مسعود
27- سلیمان ندویؒ
28- شاہ ولی اللہ
29- شبلی نعمانی
30- شوکانی
31- شیخ عبدالقادرؒ
32- شیخ محمد اکرام
33- شیرازی خواجہ
34- صادق علی خاں
35- عبدالحق مولوی
36- عبدالماجد بدایونی
37- عراقی شاعر
38- عمرؓ (خلیفہ دوم)
39- غزالیؒ
40- غلام رسول مہر
41- غلام قادر گرامی
42- مالک امام
43- محمد ﷺ
44- محی الدین ابن عربی
45- مرزا غالب
46- مہاتما بدھ
47- موسیٰؑ
48- موسیٰ جار اللہ
49- نادر شاہ
50- نجیب اشرف
51- نصیر الدین طوسی
52- نطشے (ص۸۸):
53- ہٹلر

اماکن کے حواشی:

1۔ اِٹلی
2۔ افغانستان
3۔ امر تسر
4۔ امریکہ
5۔ انگلستان
6۔ ایران
7۔ بمبئی
8۔ بیت اللہ
9۔ ترکی
10۔ تہران
11۔ جاپان
12۔ روس
13۔ سویز
14۔ فرانس
15۔ کشمیر
16۔ کلکتہ
17۔ لکھنؤ
18۔ لندن
19۔ مصر
20۔ ہندوستان

کتب کے حواشی

1۔ ارشادالفحول
2۔ اسرارِ خودی
3۔ اسلام میرے نقطہ نظر میں (Islam as I Understand)
4۔ بالِ جبریل
5۔ پیامِ مشرق
6۔ تاریخ ہند
7۔ تذکرہ شعرائے کشمیر
8۔ حجۃ البالغہ
9۔ حیاتِ حافظ
10۔ دکن میں اُردو
11۔ زبورِ عجم
12۔ رموزِ بیخودی
13۔ شعر العجم
14۔ شکوہ ہند
15۔ ضربِ کلیم
16۔ علم المعیشت
17۔ فلسفہ اخلاق
18۔ قادیانی مذہب
19۔ لطائفِ غیبی
20۔ مباحث مشرقی
21۔ نفحات الانس

حوالہ جات

1۔ پروفیسر سعید الدین احمد ڈار: ”مقالات، روداِدِ سیمینار، اصولِ تحقیق“ (مرتبہ) اعجاز راہی: مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، طبع اول، جون 1987ء، ص 67
2۔ رفاقت علی شاہد: ”ڈاکٹر نذیر احمد، تحقیق شناسی“ مکتبہ تعمیر انسانیت، لاہور، 1989ء، ص 150
3۔ رشید حسن خان: ”سحر البیان“ مجلس ترقی ادب، لاہور، 1979ء، ص 447
4۔ پروفیسر نذیر احمد: ”تصحیح و تحقیق متن“ ادارہ یادگارِ غالب، کراچی، ص 54
5۔ شان الحق حقی (مرتب): ”فرہنگِ تلفظ“ مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، 2008ء، ص 470
6۔ ڈاکٹر محمد طفیل: ”حاشیہ نگاری“ در ”اردو میں فنی تدوین“، تہذیب و ترتیب ڈاکٹر ایم ایس ناز، بحوالہ دھخدا، علی اکبر، لغت نامہ، تہران، 1330ء، خورشیدی، ص 204
7۔ ڈاکٹر گیان چند: ”تحقیق کا فن“ مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، 2012ء، ص 453
8۔ ڈاکٹر شازیہ عنبرین: ”تدوین متن، اصول، روایت اور امکانات“ شعبہ اردو، بہاء الدین زکریا یونیورسٹی، ملتان، 2008ء، ص 58
9۔ ڈاکٹر گیان چند: ”تحقیق کا فن“ ص 304
10۔ ڈاکٹر ایم سلطانہ بخش: ”اصولِ تحقیق“ مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، پاکستان، کوڈ نمبر 711، ص 90
11۔ ڈاکٹر گیان چند: ”تحقیق کا فن“ ص 305
12۔ پروفیسر محمد عارف: ”تحقیقی مقالہ نگاری“ ادارہ تالیف و ترجمہ، پنجاب یونیورسٹی، لاہور، 1983ء، ص 359
13۔ سعید الدین احمد ڈار: ”تحقیق میں حواشی، حوالہ جات اور اقتباسات“ مشمولہ تحقیق اور اصول وضع اصطلاحات، مرتب: اعجاز راہی، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، 1986ء، (طبع اول)، ص 134
14۔ پروفیسر ڈاکٹر خالق داد ملک: ”تحقیق و تدوین کا طریقہ کار“ اورینٹل بک، لاہور، فروری 2012ء، ص 131
15۔ ایم سلطانہ بخش: ”اصولِ تحقیق“ کوڈ نمبر 711، ص 117
16۔ پروفیسر عبدالستار دلوی: ”مقالہ کی پیش کش“ اردو میں اصول تحقیق، مرتبہ ڈاکٹر ایم سلطانہ بخش، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، 1986ء، طبع اوّل، ص

258

17۔ پروفیسر ڈاکٹر نذیر احمد: "تصحیح و تحقیق متن" ادارہ یادگارِ غالب، کراچی، ص ۳۴

18۔ مولانا عبدالحفیظ بلیاوی: "مصباح اللغات" مرتبہ برہان اردو بازار جامع مسجد، دہلی، 1999ء، ص157

19۔ پروفیسر عبدالحق: "عصری لغت" دہلی یونیورسٹی، دہلی، ص102

20۔ ڈاکٹر گیان چند: "تحقیق کا فن" ص105

21- https://www.rekhta.org/ebooks/detail/iqbal-nama-majmua-e-makateeb-e-iqbal-volume-002, Retrieved at 12-10-2023, 11:13 AM

22۔ شیخ عطاء اللہ (دیباچہ): "اقبال نامہ (حصہ اول)" اقبال اکادمی، لاہور، ۲۰۰۵ء، ص (د)

23۔ ایضاً، ص ۱۹